ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

فرزانہ اقبال
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اردو، جامعہ پشاور
ڈاکٹر بادشاہ منیر بخاری
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ پشاور

اصلاح نسواں میں اردو کی مضمون نگار خواتین کا کردار (۱۸۹۸تا۱۹۳۰) تحقیقی جائزہ

Farzana Iqbal
Ph.D Research Scholar, Department of Urdu, University of Peshawar.
Dr. Badshah Munir Bukhari
Associate Professor, Department of Urdu, University of Peshawar.

Role of Urdu Essayist Women in Reformation (1898 to 1930) Research Review

The journey of women essayists in Urdu can be traced back to about a century ago. They served for social reforms and services through their art. These essays are true reflection of women's dedication towards attaintnent of knowledge and research spirit.Due to the work of women essayist the female lot of India got interested in literature and arose with a new vigor for letting their hidden potentialities come forth.These women, Through their essays attained the goal of preserving their culture. They accomplished the task of social reformation imbibing the spirit of a positive mindset to their essays. Their writings are a reflectionofsocial norms, language tools, conventions and true literary expressions of the era which they wrote in. Their pieces of writings are mirror to the colorful phenomena, attitude and human sentiments of the times. Female education, rights of women, social awareness and moral valueswere some of the core themes of their essays. Nerveless, the essays of female's writerscouldn't attain the light of popularity for a long spam of time. Like other genres of Urdu literature this essay writing by the women lot is also associated with "Taraqi Pasand Tehreek" Which is undoubtedly a serious misunderstanding. So the essay presented forth brings out a brief analysis of female essay works from 1898 to 1930 with relevance to their literary, political, social, religious and cultural achievements.

Key Words: *Journey, Essayists, Social Reforms, Reflection, Literature, Preserving.*

اردو میں خواتین کی مضمون نگاری کا سفر سوا سو سال سے زیادہ قدیم ہے۔ خواتین کی اُردو مضمون نگاری کا آغاز ایک ایسے دور میں ہوا جب مستورات کے لئے تعلیم کا حصول ہندوستان میں ممنوع تھا۔ حقوق النسواں کے لئے قلم اٹھانا ناممکن تھا کہ "نام کا پردہ" رائج تھا۔ معاشرے کی اصلاح اور بقا کے لئے ہندوستان میں خواتین کے لئے تعلیم کا حصول ناگزیر تھا۔ چند ہمدردان قوم نے اس جانب توجہ مبذول کی۔ ہزار مخالفتوں اور ملامتوں کے باوجود ان رہنماوں نے تعلیم اور آزادی نسواں کے مقصد کو مستورات ہند کی وساطت سے آگے بڑھایا۔ مولوی محب، مولوی ممتاز، علامہ راشد الخیری کے نام اس ضمن میں سر فہرست ہیں۔

کٹھن حالات میں مصلحینِ قوم نے مسلمانوں کے تابناک مستقبل کی غرض سے جرائد نسواں کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ مستورات کو مضمون نگاری کی جانب مائل کیا۔ اور ان مضامین سے طبقہ اناث کی اصلاح کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ ایک عظیم مقصد سے نتائج حاصل کرنے کا یہ سفر آسان نہیں تھا۔ سرزنش اور ملامت، رکاوٹیں، سازشیں اور ذہنی اذیت اپنی ذات پر برداشت کر کے خواتین کا ایک ایسا حلقہ سامنے لایا گیا جس نے عزم اور بہادری سے مستورات کے مسائل کو منظر عام پر لایا اور ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے طویل عملی جدوجہد کی جن کے اثرات سے ہندوستانی مسلمانوں کی سماجی زندگی جمود کا شکار ہو چکی تھی۔

انیسویں صدی کے ربع آخر میں مستورات ہند کی بیداری کی تحریک کو اردو کی مضمون نگار خواتین نے خونِ قلم سے سینچا۔ حصول تعلیم پر پابندی، سخت روایتی پردہ، نام کا پردہ اور قلم کے ذریعے اظہار خیال پر پابندی اس دور کے معاشرے کی ہی دین تھی۔ جیسے جیسے یہ پابندیاں اٹھتی چلی گئیں اور تعلیم سے مستورات کے اذہان نے جلا پائی تو ان کا تخلیقی شعور بلند ہوا۔ اور قلم رواں ہونے لگا یہاں تک کہ ان خواتین کے مضامین مردوں کے بلند پایہ رسائل میں بھی شائع ہونے لگے۔ تہذیب النسواں، عصمت، النساء، خاتون اور سب رنگ میں خواتین کے ہزاروں مضامین مختلف موضوعات پر اپنے رنگ بکھیرتے نظر آتے ہیں۔ ان مضامین کی تخلیق کار اکبری بیگم، محمدی بیگم، شہزاد جہاں بیگم، ممتاز جہاں بیگم، صغری ہمایوں مرزا، عبد اللہ بیگم، نذر سجاد جیسی ممتاز ہستیاں بھی ہیں اور سینکڑوں ایسی قلمکار شخصیات بھی جو گمنامی کے پردوں میں مستور ہیں۔ ان کی نگارشات نے قلم کا حق ادا کیا۔ علم، تجربے اور مشاہدے کو طبقہ اناث کی تربیت اور اصلاح کے لئے وقف کیا۔ رفتہ رفتہ مضمون نویس خواتین کی تعداد میں اضافہ ہوا اور رسائل میں مضامین کے انتخاب کا معیار بھی بلند ہوتا چلا گیا۔ آہستہ آہستہ یہ تحاریر اس اوج کمال تک پہنچیں کہ

مضامین کے موضوعات گھریلو ذمہ داریوں سے آگے بڑھ کر اقتصادیات، نفسیات اور سیاسیات کی نکتہ سنجیوں تک جا پہنچے۔ اس دور کے نامور ادبا بھی خواتین کے علم، شعور اور طرز تحریر کی داد دینے پر مجبور ہو گئے مگر اس کے باوجود مستورات کی تحریروں کو پردہ گمنامی سے نکلنے کا موقع نہ مل سکا۔ ڈاکٹر آمنہ تحسین تحریر کرتی ہیں:

"خواتین کی زبان واظہار کے اہم نقوش اور ان کے منفرد تجربات واحساسات اور فکری انکشافات جو کبھی زبانی ادب کا حصّہ بنتے رہے تو کبھی تحریروں میں ڈھلتے رہے۔ لیکن زمانہ کی نارسائیوں کے نتیجے میں کبھی برباد ہوئے تو کبھی پوشیدہ رکھے گئے۔ لہذا اس سرمایہ ادب سے عرصہ دراز تک دنیا متعارف نہیں ہو سکی یہی وجہ ہے کہ آج تک بھی سوائے چند ایک مقبول عام تخلیق کار خواتین کے ناموں کے علاوہ سینکڑوں خاتون تخلیق کاروں کے نام ادبی تاریخوں و مطالعات کا حصہ نہیں بن پائے۔" (۱)

جوں جوں نسائی ادب گمنامی کے پردوں سے نکل کر سامنے آرہا ہے۔ خواتین کی معاشرتی، سماجی، خدمات بھی منظر عام پر آرہی ہیں۔ اُردو ادب کی تمام دیگر اصناف کی طرح اُردو مضمون نگاری سے بھی خواتین نے معاشرتی اصلاح اور انقلاب کا فریضہ انجام دیا۔ خواتین کے مضامین نے ایک جانب خواتین کے ادبی ذوق کو مہمیز کیا اور دوسری طرف مستورات کے علمی و تحقیقی ذوق کی آبیاری کا کام سرانجام دیا۔ خواتین میں بیداری شعور، ذہن سازی اور ذوقِ ادب کو جلا بخشنے اور مختلف سماجی مسائل پر اظہار خیال کا حوصلہ عطا کرنے میں خواتین کے مضامین نے کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ خواتین کے مضامین نے مستورات ہند کو اس قابل بنادیا کہ بہت کم مدت میں ہندوستان سے خواتین کی ادارت میں رسائل کا اجرا ممکن ہوا۔ اصلاح معاشرہ اور سماجی بیداری کے ضمن میں مضمون نگار خواتین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مستورات ہند کو دلچسپی کا رخ علم وادب کی جانب موڑ دیا اور انہیں اظہار خیال کے لئے نئی توانائیاں عطا کیں۔ ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری تحریر کرتے ہیں:

" صحیح ادب کا معیار یہ ہے کہ وہ انسانیت کے مقصد کی ترجمانی اس طریقے سے کرے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے اثر قبول کر سکیں۔ اس کے لئے دل میں خدمت خلق کا جذبہ پہلے ہونا چاہیئے۔ ادیب کو رنگ ونسل اور قومیت اور وطنیت کے جذبات کی مخالفت اور اخوت اور مساوات کی حمایت کرنی چاہیئے۔ اور ان تمام عناصر کے خلاف جہاد کا پرچم بلند کرنا چاہیئے جو دریائے زندگی کو چھوٹے چھوٹے چوبچوں میں بند کرنا چاہتے ہیں۔" (۲)

خواتین کی اُردو مضمون نگاری اپنے آغاز سے ہی ادب کے اس درست معیار پر پوری اترتی نظر آتی ہے۔ خواتین مضمون نگاروں کے ہاں اصلاح اور خدمتِ انسانیت کا مقصد اولین ترجیح ہے۔ تمام طبقاتی اور نسلی امتیازات کے خلاف آواز بلند کرنا اور صنف کی بنیاد پر خواتین کے استحصال کو غیر آئینی ثابت کرنے کے لئے مستورات کا قلم متحرک رہا۔ آئین کی پاسداری، ثقافتی اقدار کا تحفظ، مشرقی تہذیب سے محبت، روایات کا فروغ، خواتین مضمون نگاروں کے مضامین کا مقصدِ اولین رہا ہے۔۔دراصل خواتین کی تحریریں کسی بھی معاشرے کی تہذیب وثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ان تحاریر میں کسی بھی عہد کی معاشرتی زندگی حقیقی اور مکمل تصویریں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ بقول ڈاکٹر آمنہ تحسین:

> "نسائی ادب میں انسانی زندگی کی بقاء وارتقا کے سینکڑوں حقائق پوشیدہ ہوتے ہیں گویا زبان کو فروغ کا معاملہ ہو یا زبان سے جڑے ثقافتی عناصر کے تحفظ کی بات ہو یا نسائی فکر واظہار کی اہمیت کو سمجھنا ہو تو ہر پہلو سے نسائی ادب کی اہمیت وافادیت ابھر آتی ہے۔" (۳)

خواتین نے ۱۸۹۹ء تا ۱۹۳۰ء اپنے مضامین میں خاص طور پر مغربی ثقافتی یلغار کے روکنے کے لئے اپنے قلم کا مئوثر استعمال کیا۔ یہ خواتین اس حقیقت سے روشناس تھیں کہ جب قوم، فرد اور معاشرہ دیگر اقوام کی شناخت اور تہذیب کو اپنانے کی جانب راغب ہو جائے تو پھر ان کی جان ومال، عزت وآبرو، تہذیب وثقافت، یہاں تک کہ ان کے عقائد بھی متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان مضمون نگار خواتین نے ذاتی، سماجی، معاشی زندگی کے طریقہ کار اور انداز فکر سے لے کر دین ومذہب، عقائد، سوچ اور عمل کے مختلف زاویوں کو تحریر کا روپ دے کر معاشرے کے لئے پیش کر دیا۔

ادب سماج کا آئینہ دار ہے۔ ادیب سماج کا لازمی عنصر ہونے کی حیثیت سے اپنے گردو پیش کے حالات کو فن پارے میں مختلف زاویوں سے پیش کر دیتا ہے۔ اردو کی مضمون نگار خواتین نے اپنے دور کے رنگارنگ مظاہر، رویوں، اطوار، اور انسانی جذبات کو سماجی دستاویز کی حیثیت سے محفوظ کر دیا۔ ان مضمون نگار خواتین نے مسلم معاشرت کے خصائص کو نمایاں کیا اور مسلمانوں کے زوال کی وجوہات کو طبقہ نسواں اور مشاہدے کا نچوڑ بنا کر بیان کر دیا۔ سماجی تنزل اور جبری رویوں کو سامنے لا کر افراد کو سوچنے پر مجبور کیا۔ عورتوں کی تعلیم وتربیت اور ان کو درپیش مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی۔ گویا مستورات ہند نے مضامین کے وسیلے سے قوم کی اصلاح اور خواتین کی ذہن سازی کا حق ادا کیا۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تعلیم نسواں کے باب میں ذہن سازی کی ضرورت سب سے زیادہ خود عورت کو تھی۔ مضمون نگار خواتین نے اس امر پر توجہ مرکوز کی کہ حصول تعلیم کا مقصد مغربی تقلید یا بے جا آزادی کا حصول نہیں بلکہ یہ تعلیم انسانی رویے میں مثبت تبدیلی کا وسیلہ بنتی ہے:

"علم کو اس خیال سے حاصل نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم لوگوں کی غلطیاں پکڑیں گے یا ان کی باتوں کی تردید کریں گے اور خود جو چاہیں گے علم کی آڑ میں بیٹھ کر کیا کریں گے۔ بلکہ تحصیل علم کا مقصد اعظم یہ ہونا چاہئے کہ ہم نہایت متین و سنجیدہ بنیں۔ ہر دانیٰ واعلیٰ کے ساتھ انکساری سے پیش آئیں۔ طرز گفتگو ایسا ہو کہ انسانی دل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ علم کی شان رعونت سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ انکساری اس میں چار چاند لگاتی ہے۔ جس قدر علم زیادہ ہو اسی قدر چاہئے کہ انکسار زیادہ ہو۔" (۴)

مضمون نگاری کے ضمن میں خواتین نے اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا کہ "حصول تعلیم" کا مقصد بے جا آزادی کے تابع نہیں ہے۔ بلکہ طبقہ نسواں کو تعلیم کا حق فراہم کرکے ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشنا ہے۔ انہیں اچھائی اور برائی میں فرق نظر آئے۔ مستورات کم عقلی اور جاہلیت کے طعنوں سے نجات حاصل کرسکیں۔ وہ اس قابل ہو جائیں کہ اپنی ذات، اہل خانہ اور بچوں کی زندگی، ترقی، تربیت، خوشی اور خوشحالی کے متعلق بروقت درست فیصلہ کرسکیں۔ لہذا مستورات کے لئے متوازن نصاب تربیت دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

عورت کی تعلیم میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ "پردہ" کو بھی مضامین میں زیر بحث لایا گیا "پردہ" شرعی حکم ہے مگر اس کو بنیاد بنا کر عورتوں اور بچیوں کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اس کے لئے عذر پیش کیا جاتا رہا کہ عورتوں اور بچیوں کا مردوں سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ تعلیم نسواں کے اکثر مخالفین یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ گھر سے باہر ہر طرف مرد ہوتے ہیں اس لئے پردہ قائم نہیں رہ سکتا۔ گویا خواتین کا صرف حصول علم کے لئے ہی نہیں، بلکہ کسی بھی مقصد کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ اس طرح ہندوستان میں پردہ کو شرعی احکامات سے ہٹ کر مختلف تہذیبوں سے اخذ کردہ پردے کا ایسا مرقع بنا دیا گیا تھا جس کا مقصد عورت کو تحفظ فراہم کرنے بجائے اس کے بنیادی حقوق غصب کرنا تھا۔ اردو کی مضمون نگار خواتین نے اس رویے کے خلاف برملا آواز بلند کی۔

ان مضامین سے ابتدا میں یہ تاثر لیا گیا کہ تعلیم یافتہ مضمون نگار خواتین جدید تہذیب کی پروردہ ہیں۔ یہ مخصوص طبقہ اہل یورپ کے خیالات سے متاثر ہے اور مغربی تہذیب کو رائج کرنے اور فروغ دینے کا خواہاں ہے۔

تاہم خواتین کی متوازن تحریروں اور اسلامی تعلیمات سے مستند حوالوں کے باعث آہستہ آہستہ یہ تاثر زائل ہونے لگا۔

خواتین نے اپنے مضامین میں غیر اسلامی پردے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور دیگر اسلامی ممالک کی خواتین کے لباس اور طرز معاشرت کی مثالیں پیش کر کے باور کرایا کہ ہندوستان میں مروجہ پردہ غیر اسلامی اور غیر انسانی ہے۔ عورت پردہ اور جائز شرعی حدود میں رہ کر گھر کے اندر اور گھر سے باہر فرائض انجام دے سکتی ہے۔ اگر اس پردہ میں ترمیم اور نرمی نہ کی گئی تو بالآخر عورت اس پردہ کے مثبت نتائج سے بھی بے زار ہو جائے گی اور اسے وبال جان قرار دے دے گی۔ مضامین میں واضح کیا گیا کہ دنیا کے دیگر ممالک کی مستورات کے مقابلے میں ہندوستانی خواتین کی حالت قابل رحم ہے۔ ہندوستانی مردوں کو عورت کی بہتری اور ترقی کے لئے اقدامات اٹھانا ہوں گے:

> "ورنہ دیکھ لینا کہ زمانے کی ہوا کسی کے تھامے نہیں تھمے گی اور پردہ کا وہ حشر ہو گا جس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اس وقت مذہبی عالم اور رپردے کے دلدارہ سوائے دستِ حسرت ملنے کے اور کچھ زور نہ چلا سکیں گے۔"(۵)

خواتین نے اپنے مضامین میں اسی پہلو کو سامنے لانے کی کوشش کی کہ "پردہ" تعلیم کی راہ میں حائل نہیں ہوتا اور تعلیم "پردہ" ترک کر دینے کا درس نہیں دیتی۔ پردے کو ایک معاشرتی رسم کے طور پر زبردستی نافذ نہ کیا جائے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عورت کو پردے میں رہ کر اس کی فطری آزادی سے بہرہ مند ہوئے کا موقع دیا جائے۔

یہ خواتین کی حوصلہ افزا تحریروں کا اثر تھا کہ مستورات ہند کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے پردہ میں چار دیواری سے باہر قدم رکھنے کی اجازت ملی۔ خواتین کے لئے ہندوستان بھر میں تعلیمی ادارے کھولے جانے لگے۔ پھر مستورات ہند کی اعلیٰ علمی قابلیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ ان خواتین نے طب کی تعلیم حاصل کی۔ پردہ میں رہتے ہوئے مختلف اداروں میں ملازمت اختیار کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بیرون ملک سفر کئے۔ اپنے تجربات ومشاہدات کا نچوڑ مضامین اور سفر ناموں کی صورت پیش کیا۔ بعد ازاں خواتین نے ملازمتوں اور جاگیر انتظام ومعاملات میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ فنون لطیفہ، موسیقی، مصوری، اردو فارسی اور انگریزی شاعری میں کمال حاصل کیا۔ گھریلو صنعتوں کے ساتھ ساتھ باغبانی اور سیاحت کو فروغ دیا۔ اور اجتماعی بیداری کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس طرح

ہندوستان میں عورت کی تعلیم کے لئے راہ ہموار کرنے سے لے کر عورت کی صلاحیتوں کو معاشرے کی فلاح کے لئے استعمال کرنے کا فریضہ مضمون نگار خواتین کا زریں کارنامہ ٹھہرا۔

خواتین نے اپنے مضامین میں عورت کے تقدس، سماج میں عورت کی حیثیت اور عائلی زندگی میں عورت کے کردار کو موضوع بنایا۔ عورت کے استحصال اور مظلومیت کے خلاف احساس بیدار کیا۔ عورت کو بحیثیت انسان معاشرے کا فعال کردار تسلیم کروایا۔ اس دور میں لکھے گئے مضامین کا بنیادی موضوع، عورت، تعلیم، پردہ اور حقوق نسواں تھے۔ ان تحاریر نے سماجی اور مذہبی پابندیوں کی آڑ میں عورت کو درپیش مسائل کو منظر عام پر لایا۔

تعلیم نسواں، حقوق نسواں کے بعد خواتین کے مضامین میں سماجی شعور اور تربیت فراہم کرنے پر توجہ صرف کی گئی۔ روز مرہ امور، عمومی رویے، اخلاقیات، صبر و قناعت اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ سماج کے ایک حساس طبقہ کی حیثیت سے خواتین نے عائلی اور سماجی زندگی میں اخلاقی قدروں کے انحطاط کو شدت سے محسوس کیا۔ سماجی اور تہذیبی انتشار کی وجوہات کو حقیقت پسندی کے ساتھ منظر عام پر لایا۔ ہندوستان میں یہ عمومی رویہ موجود ہے کہ لوگ اتفاق اور اتحاد کی بدولت ترقی کرتے اور نام پیدا کرتے ہیں مگر کچھ عرصہ کے بعد نااتفاقی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی کامیابی کی وجہ اتفاق اور یگانگت تھی:

> "بلکہ وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یہ تمام نتیجہ ہمارے ایک ہی کی کوشش کا ہے۔ دوسرے محض بیکار ہیں۔ مجھے ان کی ذرا پرواہ نہیں۔ یہ خیال بڑھتا بڑھتا مخالفت اختیار کر لیتا ہے۔ اور باہم خانہ جنگیوں تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ مخالفتیں اس درجہ نفاق کا بیج بو دیتی ہیں کہ پھر ان کا جمع ہونا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔" (٦)

خواتین کے مضامین میں اسراف اور فضول خرچی کے نقصانات پر بیسیوں دلائل ملتے ہیں ہر میسر سہولت پر راضی رہنے، حرص سے دور رہنے اور آمدن کے برابر خرچ کرنے کی تلقین پر اثر انداز میں ملتی ہے۔ مگر یہاں قناعت کا مطلب جامد زندگی گزارنے کی حوصلہ افزائی نہیں ہے۔ برج کماری کے مطابق قناعت ایک عظیم نعمت ہے یہ انسان کی خوشی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جو شخص قانع نہیں وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ مگر قناعت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فرد غربت، مفلسی اور جہالت کو تقدیر قرار دے کر مطمئن ہو جائے:

> "لیکن یہ سب لکھنے سے میرا یہ مطلب کبھی نہیں کہ انسان کو اپنی بہتری کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اور خواہ کتنی ہی مفلسی کتنی ہی جہالت کی تاریکی میں پڑا ہو اس سے نکلنا نہیں

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

چاہیے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اہل دنیا میں سست قرار دیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی سستی کو جامہ قناعت پہنا کر لوگوں کو پیش نظر کرتے ہیں۔"(۷)

ہمارے معاشرتی رویوں میں ایک اہم موضوع بھیک اور خیرات کا ہے۔ ہندوستانی معاشرے میں صدقہ وخیرات کی نامناسب تقسیم نے بھیک کو فروغ دیا ہے اور ایک کثیر تعداد کو محنت کی عظمت سے دور کر دیا ہے۔ خواتین مضمون نگاروں نے اس موضوع پر معاشرتی، اخلاقی، معاشی اور مذہبی حوالوں سے خامہ فرسائی کی۔ انہوں نے اس امر کی جانب توجہ مبذول کروائی کہ ہمارا صدقہ، خیرات کا طریقہ کار دراصل بھیک مانگنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مثلاً:

"ہم سوائے برقع پوش کے اور کسی کو خیرات کا مستحق نہیں سمجھتے۔ جو اصل مستحق ہیں ان کو خیرات نہیں پہنچتی۔ خاصے بھلے چنگے آدمی بھیک مانگتے پھرتے ہیں محنت مزدوری سے دل چراتے ہیں۔ اسلام میں جتنی بے ضرورت سوال کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اتنی ہی مسلمان فقیروں نے بھیک مانگنے کی عادت اختیار کر رکھی ہے۔ جتنے مسلمان مرد عورت سائل ہیں اس قدر کسی اور قوم اور ملت میں نظر نہیں آتے۔" (۸)

عورت دراصل خاندان کی بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتی ہے۔ خواتین کا مزاج اور رویہ گھر کے ماحول کی تشکیل میں کردار ادا کرتا ہے۔ خواتین کے مضامین میں طبقہ نسواں کو، عزت وخودداری، صبر وقناعت اور خوش مزاجی کی تلقین سادہ اور ہمدردانہ انداز میں جابجا ملتی ہے۔ زندگی کے کٹھن حالات پر صبر کرنا مجبوری کے تحت نہ ہو بلکہ مصائب کی تلخی مزاج پر اثر انداز نہ ہو، دراصل عورت کی برداشت اور متانت اہل خانہ کے لئے حوصلہ، تسلی اور ڈھارس کا کام ادا کرتے ہیں۔ لہذا خواتین کے ادبی رسائل میں اس موضوع پر مسلسل لکھا گیا۔ مثلاً:

"یہ وہ چیز ہے جس کا اجر میٹھا ہے۔ صبر کے معنے صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی رو دھو کے بیٹھ رہے اور اپنی باقی ماندہ زندگی کڑھ کڑھ اور جل جل کے تمام کر دے۔ بلکہ صبر کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی مصیبت کو ہمت اور خوشی سے جھیلے۔" (۹)

عورت کے قلم سے طبقہ اناث کے مسائل کا بیان دراصل سماجی ترقی اور بہتر مستقبل کا خواب ہے۔ عورت کی شمولیت کے بغیر اس خواب کی تعبیر ممکن نہیں۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عورت نے سماجی اور ثقافتی دونوں سطح پر تہذیب کی تشکیل میں اہم

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

کردار ادا کیا۔ غذا کا حصول ہو یا جڑی بوٹیوں سے علاج، زراعت ہو یا مویشیوں کی دیکھ بھال عورت کی دماغی اختراع نے انسان کو نئے تجربات اور ثمرات سے بہرہ مند کیا۔ امور خانہ داری در حقیقت سلیقے اور نفاست کے متقاضی ہیں ہندوستان میں لڑکی کو بچپن ہی سے گھریلو امور میں طاق کرنے پر بھرپور توجہ صرف کی جاتی تھی۔ لڑکی سینا پرونا اور کھانا بنانا جانتی ہو۔ نیز ہر جا و بے جا پر خاموشی سے سر جھکا کر باادب ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتی رہے۔ بعد ازاں خواتین مضمون نگاروں نے عورت اور مرد کی یکساں تربیت کے شعور اور اہمیت کو اجاگر کیا۔ عورت کی تعلیم کو لازمی قرار دیا تو ساتھ ہی ساتھ سلیقہ مندی، سگھڑپن اور نفاست کی ترغیب بھی دی جاتی رہی۔ خصوصاً فاطمہ محمدی کے مضامین مستورات کے لئے دلچسپ اور قابل عمل تجاویز پر مشتمل تھے۔

خواتین کی مضمون نگاری میں یہ وضاحت بار بار کی گئی ہے کہ خانہ داری محض سینے پرونے، صفائی ستھرائی اور کھانا پکالینے تک محدود نہیں ہے۔ گھر کا ماحول، افراد خانہ کا آپس میں برتاؤ اور طور طریقے، ضروریات زندگی کی تکمیل، مہمان نوازی کے اصول، لین دین، غمی و خوشی میں شرکت، تقریبات کا انتظام، موسمی پکوان اور لوازمات، موسم کے مطابق لباس کی فراہمی، قرابت داری کے طور طریقے گھریلو تزئین و آرائش اور مرمت کے علاوہ اخراجات اور بجٹ کا حساب کتاب بھی امور خانہ داری میں شامل ہیں۔ خواتین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سمجھداری سے سلیقہ شعاری کا ثبوت فراہم کریں اس ضمن میں خواتین کے مضامین نے خاطر خواہ کردار ادا کیا۔ اور طبقہ اناث کو یہ شعور عطا کیا کہ وہ گھر کی چار دیواری کے اندر اپنے فرائض بہ حسن و خوبی پر ادا کر سکیں۔

اُردو کی مضمون نگار خواتین نے بجا طور پر ہندوستانی معاشرے میں طبقہ نسواں کے ساتھ روا رکھی گئی زیادتیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ انہیں تعلیم کا حق دینے کیلئے بڑی بھرپور تحریک شروع کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مستوراتِ ہند کی اصلاح کے لئے بیش قدر تحاریر تخلیق کیں۔ خواتین میں توہم پرستی، فضول خرچی، غیر ضروری رسم ورواج پر کڑی تنقید کی، بے جا نمود و نمائش کو ختم کرنے کے لئے عملی طور پر کردار ادا کیا، اصلاح رسوم اور اصلاح لباس کی تحریک شروع کر کے سادگی کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی۔ نمود و نمائش کے ضمن میں خرچ کئے جانے والے پیسے کو فلاحی سرگرمیوں کے لئے وقف کرنے کی ترغیب دی گئی۔ مثلاً مضمون "بری رسمیں" میں تحریر ہے کہ۔ شادی بیاہ کے مواقع پر ناچ گانا، باجے، آتش بازی وغیرہ فضول خرچی اور نمود کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ مال و دولت کا نقصان ہے اور گناہ کا وسیلہ ہے۔ نیز نادار افراد کی دل آزادی کا باعث بھی ہے۔ یہ پیسہ بے دریغ ضائع کرنے کے بجائے نیکی کے کاموں کے لئے وقف کیا جائے:

"یہی رقم جو ان بے جا مصارف میں خرچ کی جاتی ہے اگر خدائی کاموں میں لگائی جائے۔ یتیم خانوں یا مساجد کی تعمیر میں دی جائے تو اس سے ثواب دارین حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر خدا جانے ہماری عقلوں پر کیا پردہ پڑا ہے کہ ہم جان بوجھ کر کنویں میں گرتے ہیں اور ہم کو یہ خیال نہیں آتا کہ مالی نقصان کے علاوہ جس جرم اور گناہ کے ہم مرتکب ہوتے ہیں اس کا نتیجہ آخرت میں کیا ہو گا۔"[۱۰]

انسان ذہنی و فکری ارتقا کے تحت نشو نما پاتا ہے وہ گھر اور معاشرے سے بالواسطہ اور بلا واسطہ بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اسی طرح عقائد، رواج اور روایات بن سوچے اس کے دماغ روح اور شخصیت میں رچ بس جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ انجانے میں رسم رواج کو مذہبی معاملات سے منسلک کر کے ان کی پیروی کو لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ مضمون نگار خواتین نے اس معاشرتی غلط فہمی پر کاری وار کیا۔ اسلامی تاریخ، کتب اور روایات سے مثالیں پیش کر کے طبقہ اناث کی رہنمائی کی۔ انہیں توہمات اور بدعات سے نکلنے کا راستہ دکھایا۔ جھاڑ پھونک کے بجائے عبادت اور دعا پر کامل یقین کی ترغیب دی۔ خواتین کو ذہنی جکڑ بندی سے نجات کا یہ طریقہ دکھایا کہ وہ علم دوستی کا راستہ اختیار کریں کتب بینی اور معلومات عامہ کے حصول سے ذہنی تراوٹ کا اہتمام کریں:

"اگر کوئی قوم مہذب بننا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر فرد بے جا تقلید اور رسوم کی پابندی چھوڑ دے۔ خیالات فاسدہ اور توہمات باطلہ سے اپنے دل کو پاک کرے۔ مہذب قوم کے طریقے اختیار کرے۔ مفید اور کارآمد علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں اس قدر ترقی کرے کہ اس کا ہر متنفس ہر لمحہ، یہاں تک کہ کھیت میں ہل چلاتے وقت بھی کتاب اور اخبار پڑھنے میں مصروف رہے۔"[۱۱]

خواتین کے مضامین میں اصلاح رسوم کے ساتھ ساتھ اصلاح لباس کے ضمن میں مسلسل رہنمائی فراہم کی جاتی رہی۔ ریشمی اور بھڑکیلے لباس، گرم مرطوب موسم میں جسمانی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ اس لئے لباس کے انتخاب میں سادگی اور نفاست کو ترجیح دینے کی ترغیب ان مضامین کا خاصہ ہے:

"لباس پہننے کے اصل مقصد تین ہیں۔ اول ستر پوشی جس کی تاکید ہمارے مقدس قرآن شریف میں کی گئی ہے۔ دوسرا صحت جسمانی یعنی سردی و گرمی سے بچانا، تیسرا زینت میں نے اپنی سمجھ کے مطابق یہ تینوں مقصد والدہ کے خاندانی لباس میں پائے۔ دہلی کا بڑے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

پائنچے کا پاجامہ اور ہندوستانی جاکٹ، باریک کریپ یا آب رواں یا جاپانی لوٹ کا دوپٹہ، گوٹے کناری سے جھم جھماتا، اگرچہ زینت کا مقصد پورا کرتا ہے لیکن کافی ستر پوشی اور صحت وجسمانی یہ دونوں مقصد زائل ہوتے ہیں۔" (۱۲)

مضمون نگار خواتین نے اپنے مضامین کا مواد اپنے ہی معاشرے سے لیا۔ ان کے کردار اسی معاشرے کے کردار تھے۔ اس لئے خواتین کو جن معاشرتی وسماجی رویوں کا سامنا تھا ان کے خلاف ایک بھرپور اور مسلسل تحریک کی صورت مضامین سامنے آتے رہے۔ جن کا موضوع "مستورات ہند" ہی تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ مضامین اپنی تخلیق کے سو سال بعد آج بھی ہمارے معاشرتی، سماجی اور نفسیاتی رویوں کو عکاسی کرتے ہیں۔ مثلاً وقت گزر جانے کے بعد ملال اور پچھتاوا ہندوستانی قوم کی گھٹی میں پلا ہے۔ وقت سے پہلے امیدیں، خواب اور وعدے فطرت النسانی کا لازم جزو ہے مگر جب کام کی گھڑی سر پر آتی تو ہم سستی، کاہلی بے یقینی اور بے عملی کا شکار ہو جاتے ہیں:

"ہم اپنے دل سے عہد وپیماں کرتے ہیں کہ آنے والی گھڑی یہ کریں گے اور وہ کرینگے۔ اس اس طرح پسینہ بہا کے کوشش کریں گے۔ اور یوں جان توڑ توڑ کے محنت ومشقت کریں گے مگر ادھر تو آئی اور ہم اس سارے عہد وپیماں کو بھول گئے۔ اور جس طرح موجودہ گھڑیوں کو پرے ہی پرے کاہلی اور غفلت سے کھو دیا کرتے ہیں تجھے بھی کھو دیا۔" (۱۳)

اُردو کی مضمون نگار خواتین نے اپنے مضامین کے ذریعے مخصوص سماجی تصورات کے ضمن میں اذہان کو بدلنے کا قابل فخر کارنامہ انجام دیا۔ نظریات پر نظر ثانی کرنے کی استدعا کی رسم رواج کی اندھا دھند تقلید کے سامنے بند باندھنے کے لئے مضامین کا سہارا کارگر ثابت ہوا۔ نمود ونمائش، اسراف، بے جا رسومات، کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ یہ مضمون نگار خواتین ہی کا اعجاز تھا کہ انہوں نے ثقافتی جبر کے سامنے اپنی تحاریر سے مزاحمتی بند باندھا۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں ستی کی رسم کا خاتمہ ممکن ہوا۔ جہیز کے خلاف ہر طبقہ آواز اٹھانے لگا۔ ذات پات کے تصورات کی شدت میں کمی ہوئی۔ سخت اور بے جا پردہ میں نرمی برتی جانے لگی۔ شادی بیاہ کی تقریبات سے فضول رسومات آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی گئیں۔

اُردو کی مضمون نگار خواتین نے معاشرتی اصلاح کے لئے ادب کی صنف "مضمون نگاری" کو وسیلہ اظہار بنایا۔ انہوں نے اُردو زبان کی اصلاح کو مضمون نگاری کا مقصد بنایا۔ مضمون نگاری کے اصول وقواعد بیان کئے۔ زبان

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

کو زندہ رکھنے کے لئے نئے خیالات افکار اور تصورات سے اس کی آبیاری کی۔ اور تشکیل زبان کے لئے مقدور بھر کوششیں کیں ان خواتین نے اپنا مطمح نظر بیان کرنے کے لئے الفاظ کا انتخاب اور جملوں کا استعمال نہایت احتیاط سے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین کے مضامین اپنے ماحول کے تناظر میں مخصوص مقاصد پورے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ سید ضمیر حسن دہلوی مستورات کے انتخاب الفاظ پر دلچسپ تبصرہ کرتے ہیں:

"عورتیں اپنے گردوپیش سے الفاظ چنتی ہیں ان کے یہاں کسی ایک شے کی جزئیات کو پیش کرنے کے لئے الفاظ کی کمی نہیں ہوتی اسی لئے مردوں کے بجائے عورتوں کی لکھی ہوئی کتابیں زیادہ عام فہم، صاف اور شستہ ہوتی ہیں۔ عورتیں لسانی اعتبار سے مردوں سے زیادہ تیز وطرار ہیں وہ سیکھنے کا شوق رکھتی ہیں۔ دنیا بھر میں عورتیں باتونی مشہور ہیں مردوں کی طرح انہیں الفاظ ٹٹولنے اور تولنے میں دیر نہیں لگتی"۔ (۱۴)

خواتین مضمون نگاروں نے زبان کی قدر شناسی، انگریزی نما اُردو کی مخالفت، زبان کی تصحیح واصلاح کے لئے اپنا فن مختص کیا۔ خواتین کے مضامین میں ان کا ذاتی تجربہ ومشاہدہ اظہار خیال کو اعتماد بخشتا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے الفاظ کا انتخاب اور برمحل استعمال ان مضامین کی دلچسپی کو برقرار رکھتا ہے۔ جملوں میں اختصار کا اہتمام ہے۔ لہجے پر نسوانیت غالب ہے۔ مسائل کا تجزیہ ہمدردانہ انداز اختیار کر کے کیا جاتا ہے۔ سماجی جکڑ بندیوں کے خلاف برملا اور دوٹوک انداز اپنا کر مزاحمت کی گئی ہے۔ لہجہ موضوع کی مناسبت سے بدلتا ہے۔ غیر جانبدارانہ تبصرہ طبقہ اناث کو اپنی ذاتی کمزوریوں کی اصلاح پر مائل کرتا ہے۔ یہاں بہناپا بھی ہے، سہیلپنا بھی اور کہیں مشفقانہ تنبیہہ کا رنگ جھلکتا ہے۔ مضمون کا تحریر کر لینا کافی نہیں تھا بلکہ اس کی نوک پلک سنوارنے پر خصوصی توجہ صرف کی جاتی تھی۔ رسائل کے مدیران اس ضمن میں متحرک کردار ادا کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ خواتین کی زبان وادب کے فروغ میں کاوشوں کو متعصبانہ رویوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ڈاکٹر آمنہ تحسین کے مطابق:

"خواتین کی زبان واظہار کے اہم نقوش اور ان کے منفرد تجربات واحساسات اور فکری انکشافات جو کبھی زبانی ادب کا حصہ بنتے رہے تو کبھی تحریروں میں ڈھلتے رہے۔ لیکن زمانے کی نارسائیوں کے نتیجے میں کبھی برباد ہوئے تو کبھی پوشیدہ رکھے گئے۔ لہٰذا اس سرمایہ ادب سے عرصہ دراز تک اردو دنیا متعارف نہیں ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک بھی سوائے چند ایک مقبول عام تخلیق کار خواتین کے ناموں کے علاوہ سینکڑوں خاتون تخلیق کاروں کے نام

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ادبی تاریخوں و مطالعات کا حصہ نہیں بن پائے۔" (۱۵)

خواتین کے اُردو مضامین نے طبقہ نسواں کی ذہن سازی کی۔ انہیں اصلاح معاشرہ کا شعور عطا کیا۔ ان مضامین نے خواتین کو اظہار خیال کا اعتماد بخشا۔ یہ مضامین اپنے دور کی ذہنی روش کی اہم دستاویز کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ مضامین سماج کے آئینہ دار بھی تھے اور سماج پر اپنا گہرا اثر بھی چھوڑا۔ خواتین نے مضامین میں ان حقائق کو کھول کر بیان کیا کہ عورتوں کے متعلق رائج تصورات اور مفروصات غیر حقیقی اور تعصبات پر مبنی ہیں۔ عورت کا ناقص العقل یا صنف نازک قرار دے کر اس کی صلاحیتوں اور فطری جوہر کو مسخ کیا جاتا ہے۔ خواتین کے ان مضامین میں فکر وبصیرت اور قوت استدلال نظر آتی ہے۔ حقیقت پسندی کا مظاہرہ ہے۔ ناہموار رویوں اور جنسی تفریق کے خلاف نڈر پن دکھائی دیتا ہے۔ مضمون نگار کی باطنی صداقت ان کے اسلوب کو نئی جہت سے آشنا کرتی ہے۔ حقائق کا غیر جانبدارانہ تجزیہ فکر انگیز جملوں کی تخلیق کا وسیلہ بنتے ہیں۔ قوم کو بیدار کرنے کا مقصد پیش نظر ہو تو مصلحانہ اور مبلغانہ رنگ کی آمیزش قدرتی طور پر مضمون میں جگہ بنالیتی ہے، مثلاً:

> "جب ایک قوم اپنی زندگی کی ضروریات مہیا کرنے میں دوسری قوموں کے ہاتھ اس حد تک بک چکی ہو وہ کس طرح زندہ قوموں کے شمار میں آسکتی ہے۔ ایسی غافل ہستی جس قدر بھی دنیا میں ذلیل ہو کم ہے۔ چنانچہ وہی ہوا۔" (۱۶)

عورتوں کی تعلیم، سمجھ بوجھ، بیداری اور اصلاح کے لئے مضامین منظر عام پر آئے تو عورتوں میں تعلیمی بیداری کے ساتھ سیاسی شعور بھی اجاگر ہوا۔ آزادی نسواں کی تحریک نے ملکی آزادی کی تحریک کو بھی تقویت پہنچائی ۔ خواتین کے مضامین نے عورتوں میں روشن خیالی اور ارادے کی پختگی کو فروغ دیا۔ محمدی بیگم، سہروردیہ بیگم، اکبری بیگم، شاہجہاں بیگم، سلطان جہاں بیگم، زہرہ بیگم، ظفر جہاں بیگم، خاتون اکرم، عباسی بیگم، نذر سجاد، عطیہ فیضی، محمودہ رضویہ، سکینہ بیگم، فاطمہ محمدی، سردار محمدی بیگم، حجاب امتیاز، راحت خاتون، حسینی بیگم، خیر النسائ، ممتاز بیگم، رضیہ بیگم، بیگم صغری ہمایوں مرزا، فیروزہ سراج، عبداللہ بیگم، آصف جہاں بیگم، امرائو جان بیگم، حامدہ بیگم، آبرو بیگم، گیتی آرا، بلقیس جہاں، خدیجتہ الکبری، امتہ الوحی، وحیدہ بیگم، امتہ الحمید خانم، اور بیسیوں پردہ نشیں خواتین نے ۱۸۹۸ء تا ۱۹۳۰ء اُردو مضمون نگاری کے دامن کو متنوع موضوعات اور منفرد پیرائیہ اظہار سے مالا مال کیا۔

موضوعات کے اعتبار سے علم وادب ، فنون، معاشرتی رویے، تہذیب وترقی، اخلاق ، علمی وادبی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سرگرمیاں، اصلاح رسوم ولباس، تربیت اطفال، قانونی وشرعی حقوق عائلی زندگی، عورت کی تفریق اور سماج پر بد اثرات، خواتین کی اقتصادی حالت اور معاشی شعور، آزادی نسواں، خواتین ہند کی سیاسی عمل میں شمولیت، تہذیب جدید اور عورت کا کردار، غرض شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والا کوئی معمولی سا موضوع بھی عورت کے احاطہ تحریر سے دامن نہ بچاسکا۔ ان مضامین نے عورتوں کے مسائل کو معاشرے کے سامنے پیش کر دیا۔ اور دوسری جانب خواتین کی ذہنی، فکری، جذباتی اور نفسیاتی تربیت کا بہترین وسیلہ بنے۔ یہ ان مضامین کا ہی اعجاز فن تھا کہ طبقہ نسواں کو اپنی انفرادیت اور عظمت کا شعور وادراک میسر آیا۔

ماقبل ۱۹۳۰ء خواتین کے متنوع موضوعات پر تحاریر سے سامنے آتا ہے کہ مستورات ہند نے مضمون نویسی کے میدان میں قلمی جہاد کا حق ادا کیا۔ یہاں مذہبی اور دینی احکامات کا مطالعہ جلوہ گر نظر آتا ہے۔ جدید علوم اور مغربی معاشرت سے آگہی کا عکس جھلکتا ہے۔ سنجیدہ نفیس خیالات نئی نسل کے لئے مشعل راہ بنتے دکھائی دیتے ہیں۔ آئندہ نسلوں کی اصلاح کا مقصد پیش نظر ہے۔ مروجہ غیر شرعی رسم ورواج کو ترک کرنے کی ترغیب ہے۔ قوم کی معاشرتی اور معاشی حالت بہتر بنانے، تعلیم کے ساتھ ساتھ صنعت وحرفت کو فروغ دینے کی لگن ہے۔ ان مضمون نگار خواتین نے ایسے مفید موضوعات پر خامہ فرسائی کی کہ مستورات ہند میں قومی حمیت اور غیرت کے خوابیدہ جذبات انگڑائی لے کر بیدار ہونے لگے۔

اُردو کی مضمون نگار خواتین نے طبقہ اناث کے تعمیری کردار کا مقدمہ بخوبی لڑا اور ہندوستانی سماج میں مردوں کو اپنی تحریروں کے ذریعے یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ اگر عورت کی تعلیم پر بروقت توجہ نہ دی گئی تو گھربار، خاندان ملک اور قوم اسی طرح ذہنی زبوں حالی کا شکار رہیں گے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ مستورات ہند کے لئے حصولِ تعلیم کے لئے راہیں ہموار ہوئیں۔ ہندوستان میں عورتوں کی تعلیم کے لیے مکتب اور مدرسوں کا قیام دراصل خواتین کی تحریری کاوشوں کا ہی عملی نتیجہ ہے۔

۱۸۹۸ء تا ۱۹۳۰ء خواتین کی پر اثر فکری تحاریر نے عہد بہ عہد اپنے ارتقا کا سفر جاری رکھا۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مستورات ہند داخلی اور خارجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سپرد قلم کردینے کے سلیقہ سے بخوبی آشنا ہو گئی تھیں۔ انہوں نے ایک طرف قلم کا استعمال اپنے جزبات کی ترجمانی کے لئے کیا اور دوسری جانب خود احتسابی کے عمل میں اپنے عملی کردار کے تمام روشن اور تاریک پہلوؤں کا از سر نو جائزہ لیا۔ حقوق اور آزادی نسواں کی بات ہو یا مغربی تہذیبی یلغار کی ریشہ دوانیاں، عائلی زندگی ہو یا سماجی رویے اور اخلاقیات، حفظان صحت ہو یا تربیت اطفال،

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

انداز نشست و برخاست ہو یا سلیقہ گفتگو، اصلاحِ زباں ہو یا اصلاحِ رسم و رواج اور لباس، معاشرے کی ترقی میں مرد اور عورت کے یکساں کردار کی بحث ہو یا مردوزن کے مابین جنسی تفریق واستحصال، کم عمری کی شادی ہو، نوکروں سے برتاؤ یاحب الوطنی کے جذبات، باغبانی ہو یا سیاحت ہر موضوع کی اہمیت کو منفرد پہلوؤں سے اجاگر کرنے میں اردو کی مضمون نگار خواتین کی بھرپور کاوشیں جلوہ گر نظر آتی ہے ۔ متنوع موضوعات پر خواتین کی خامہ فرسائی نے مضمون نگاری کی روایت کو وسعت عطا کی۔ مضمون نگار تخیلاتی کرشمہ سازی سے قاری کو بھی ہم خیال بنانے پر قادر نظر آتی ہیں۔ خواتین مضمون نگاروں نے کسی مقام پر اپنی علمی برتری کا اظہار نہیں کیا بلکہ مضامین میں ایسے انداز تحریر کو اپنایا گیاہے گویا مضمون نگار طبقہ اناث کی نباض بن کر ان کے دکھوں کا مداوا کر رہی ہو۔ اور علاج کے لئے "اپنی اصلاح" کا نسخہ تجویز کیا گیاہو۔

الغرض۱۸۹۸ء تا ۱۹۳۰ء مضمون نگار خواتین نے اپنے دور کی تہذیب و ثقافت کو محفوظ کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ اپنے مضامین میں تہذیبی و سماجی اقدار کا نقشہ کھینچا شادی بیاہ، غم خوشی، رسم و رواج، تہوار، لباس، زیورات ، طرز زندگی، خوراک، برتن، مذہبی عمارات، تاریخی مقامات، محلات، باغات، سڑکیں، فصیلیں، دروازوں تک کو اپنے مضامین کا حصہ بنایا۔ گزرے ہوئے دور پر تاریخی مضامین تخلیق کئے ۔ اپنے دور کے عقائد، اقدار اور افکار کو آنے والے زمانے کے لئے بطور تہذیبی وراثت کے محفوظ کر دیا۔ مروجہ مقبول عام رسوم، اطوار، آداب اور مزاج کو اپنے تخلیقی جوہر سے تاریخی دستاویز کا روپ عطا کیا۔ ادب، موسیقی، عمارتوں اور دست کاریوں کے ہنر پر اس سیر حاصل تبصرے کئے اس طرح ۱۸۹۸ تا ۱۹۳۰ء اُردو کی مضمون نگار خواتین کے تحریر کردہ منفرد، متنوع اور دلچسپ ہیں۔ مضامین موجودہ دور میں سو سال قبل کی تہذیب و ثقافت مرتب کرنے کے لئے یہ مضامین بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کئے ہیں۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

حوالہ جات

۱۔ آمنہ تحسین، ڈاکٹر "حیدر آباد کا نسائی ادب" (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس: دہلی، ۲۰۱۶، طبع اول) ص ۱۵

۲۔ اختر حسین رائے پوری، ڈاکٹر "ادب اور انقلاب" (نیشنل ہاوس، بمبئی، سن و طبع ندارد) ص ۲۴

۳۔ آمنہ تحسین، ڈاکٹر "حیدر آباد میں اردو کا نسائی ادب" ص ۱۴

۴۔ "تحصیل علم سے فائدہ"، فاطمہ صغریٰ بیگم، مشمولہ "تہزیب النسواں" ۱۲ دسمبر ۱۹۱۴، جلد: ۱۷، شمارہ: ۵۰، ص ۱۰۱۶

۵۔ "پردہ" امت الوحی، مشمولہ "تہزیب النسواں" ۱۵ دسمبر ۱۹۲۸، جلد: ۳۱، شمارہ: ۵۰ ص: ۱۲۰۱

۶۔ "اتفاق"، اے۔ یو۔ بی مشمولہ "تہزیب النسواں" ۱۵ اپریل ۱۹۰۵، جلد: ۰۸، شمارہ ۱۵، ص: ۱۲۱

۶۔ "قناعت" برج کماری، مشمولہ "تہذیب النسواں" ۶ اپریل ۱۹۰۷ء، جلد: ۱۰، شمارہ: ۱۴ ص ۳۱۰

۷۔ "خیرات کہاں جاتی ہے" سلطان بیگم، مشمولہ "تہذیب النسواں" ۹ مارچ ۱۹۰۷ء، جلد: ۱۰ شمارہ: ۱۰، ص ۱۱۵

۸۔ "صبر اور خوش اخلاقی" سلطانہ کبیر، مشمولہ، "تہذیب النسواں" ۲۳ دسمبر ۱۹۲۲ء جلد: ۲۵، شمارہ: ۵۱، ص ۸۰۴

۹۔ "بری رسمیں" بیگم محمد فضائل، مشمولہ "تہذیب النسواں" ۲۳ دسمبر ۱۹۲۲ء، جلد: ۲۵، شمارہ: ۵۱، ص ۸۱۰

۱۰۔ "تہذیب" نجم النساء بیگم، مشمولہ، "تہذیب النسواں" ۸ دسمبر ۱۹۲۳ء، جلد: ۲۶، شمارہ: ۴۹، ص ۸۵۷

۱۱۔ "عربی لباس" امراؤ بیگم، مشمولہ، "تہذیب النسواں" ۲۲ اپریل ۱۹۰۵ء جلد: ۸، شمارہ: ۱۶ ص ۱۳۰

۱۲۔ "آنے والی گھڑی" ز۔ ن، مشمولہ "تہذیب النسواں" ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء جلد: ۸، شمارہ: ۱۵، ص ۱۳۱

۱۳۔ "اُردو ادب میں عورتوں کے محاورے اور زبان" سید ضمیر حسین دہلوی، مشمولہ اُردو ادب کو خواتین کی دین، ص ۱۳۵

۱۴۔ "نسائی ادب، ضرورت اور اہمیت" ڈاکٹر آمنہ تحسین، مشمولہ "حیدرآباد میں اُردو کا نسائی ادب" ص ۱۴

۱۵۔ "سودیشی اور بدیشی چیزیں" بلقیس بیگم مشمولہ "تہذیب النسواں" ۱۶ دسمبر ۱۹۲۲ء، جلد: ۲۵، شمارہ: ۵۰